تصنیف: سرسیّد احمد خان
ترتیب و حواشی: ابوسلمان شاہجہانپوری

تذکرہ خانوادۂ ولی اللّٰہی

باب دوم

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے

(۱) محی السنۃ قامع البدعۃ مولانا مولوی اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ

علم برکش اے آفتاب بلند — خراماں شو اے ابر مشکیں پرند
بنال اے دل رعد چوں کوس شاہ — بخند اے لب برق چوں صبح گاہ
ببار اے ہوا قطرۂ ناب را — بگیر اے صدف درکن این آب را
برآ اے دراز قصر دریائے خویش — بتاج سر شاہ کن جائے خویش

یعنی شاہ کشور شریعت گستری، ملک الملوک دیار دیں پروری، قامع بنیانِ شرک و طغیان، حاوی موجبات علم و ایقان، مؤسس اساس کمال، مہذب اوضاع حال و قال، سالک مسالک ہدایت و ارشاد، مجلی آئینہ، صافی اعتقاد، مرکز دائرۂ علوم، منطقہ آسمان فہوم، مرتقی مدارج درجاتِ عالی، پیشوائے ادانی و اعالی، مرجع مآب فضائل کامروائی طبائع،

حواشی

(۱) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ۱۲، ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ مطابق ۲۹، اپریل ۱۷۷۹ء کو پھلت

فاضل رموزِ فہم سرائرِ تفسیر قرآنی، دقیقہ یاب معالم تقدیرات ربانی، جامع کمالاتِ صوری و معنوی، نکتہ سنج کلام الٰہی و حدیثِ نبوی، قدوہ اہالی پیش گاہ قبول جلال غوامض معقول و منقول، بانی مبانی فضل و افضال، ممہد قواعد تکمیل و اکمال، جاہد حق و یقین، مثبت دلائل دین، مولائی مخدومی الانامی مولوی محمد اسماعیل قدس سرّہٗ۔

آپ کو حضراتِ ثلاثہ یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر غفر اللہ لہم کے ساتھ نسبت برادر زادگی کی تھی اور بسبب اس کے کہ بجناب جنت مآب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے بعد انتقال والد ماجد ان کے بجائے فرزندوں کے پرورش کیا تھا اور حضرت مبرور مغفور کی نواسی ان کے ساتھ منسوب تھیں۔ ان کی تربیت اپنے ذمے لے کر شب و روز حضرت کی تکمیل میں ساعی تھے۔ از بسکہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا۔ آپ کے آئینۂ خاطر نے مصقلۂ تائیدِ الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرار ازل بے حجاب

ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت شاہ عبدالغنی حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے چوتھے نامور فرزند تھے۔ حضرت شہیدؒ دس سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ اس وقت تک اپنے والد ماجد کی خدمت میں ابتدائی کتابیں ختم کر چکے تھے۔ اس کے بعد علوم و فنون کی تکمیل انھوں نے اپنے عم بزرگوار حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر کی خدمت میں کی۔ حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے اولادِ نرینہ نہ تھی اس لئے انھوں نے اپنا بیٹا بنالیا اور ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ تقریباً پندرہ سال کی عمر میں وہ تمام درسی علوم و فنون سے فارغ ہو چکے تھے۔

حضرت شاہ شہیدؒ غیر معمولی ذہن و دماغ کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں طلاقت لسانی کا جوہر عطا فرمایا تھا۔

حضرت شہیدؒ قرآن و تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، فلسفہ، منطق، ریاضی کسی میدان میں بند نہ تھے۔ کسی علم و فن کا کوئی مبحث ہو، ان کے کمال نطق و بیان کے آگے یہ عمیق

آپ پر منکشف تھے، اسی واسطے اوائلِ حال میں مطالعۂ کتب کی طرف چنداں التفات نہ فرماتے تھے۔ اور حال یہ تھا کہ حضرت مبرور کی خدمت میں زانوئے سبق خوانی تہ کر کر بیٹھتے۔ از بسکہ بسبب استغناء کے یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کس جائے سے شروع ہوگا، کبھی اس کے مابعد کی عبارت سے شروع کر دیتے، جب حضرت مغفور وہاں سے سے امتناع فرماتے تو آپ فرماتے کہ اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا اور فی الواقع اگرچہ مطلب عقدہ مالاینحل ہوتا اس کی اس طرح تقریر فرماتے کہ موجب حیرت اعالی و ادانی ہوتا۔ اور کبھی اس کے ماقبل سے آغاز کرتے۔ جب حضرت اس سے متنبہ فرماتے تو آپ اس میں کچھ شبہ فرمادیتے اور شبہ ایسا ہوتا ہے کہ حضرت استاد کو اس کے رفع میں بہت متوجہ ہونے کی حاجت ہوتی۔ اس استعدادِ خداداد کی اعانت سے پندرہ برس کی عمر میں تحصیل معقول و منقول سے فراغت حاصل ہوگئی چونکہ آپ کی ذہانت کی دھوم دھام تمام شہر میں تھی اکثر فضلائے اکمل کہ دعوٰی کتاب دانی و دقیقہ شناسی کا رکھتے تھے۔ وہ مقاماتِ باریک جن کے صاف کرنے میں روزگار دراز فکر کرنا چاہئیے، آپ سے سرراہ ملاقی ہو کر باعتبار ظاہر کے بطور مناظرہ کے اس کا

اور بے تھاہ سمندر پایاب تھا۔ نواب صدیق حسن خاں نے اتحاف النبلاء میں، اور مرزا حیرت دہلوی نے حیاتِ طیبہ میں ان کی طالب علمی کے زمانے کے حیرت انگیز واقعات بیان کیے ہیں۔ سرسید مرحوم نے ان کی ذہانت وفطانت کے بارے میں اپنے جس تأثر کا اظہار کیا ہے، اس کی بنیاد وہی واقعات ہیں جو مرزا حیرت نے بیان کیے ہیں۔ یہ واقعات آثار الصنادید کی تالیف کے زمانے میں دہلی میں یقیناً مشہور ہوں گے ——

اتحاف النبلاء کے حوالے سے نواب صدیق حسن خاں کی یہ روایت نقل کی ہے:

"ان کی ذکاوت کا جوہر بہت بلند پایہ تھا، ان کے ذہن وفہم کے قصے اب تک اہلِ علم کی ہر مجلس کے لئے باعثِ زینت سمجھے جاتے ہیں۔"

سرسید مرحوم نے ان کے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں ادنیٰ شائبۂ مبالغہ

استفسار کرتے اس لحاظ سے کہ اگر ان کے مکان پر جاویں گے تو شاید مطالعۂ کتاب یا اعانت شروح . اور حواشی سے اس کو بیان کریں اور آپ بے تامل اسے اس طرح تقریر فرماتے کہ ان کو اس جرأت سے کمال تجالت حاصل ہوتی ۔

ذکر اس زبدۂ ارباب کمال کا داعی ہے کہ ہزار ہزار محامد پسندیدہ کو زبان پر لاکر اند کے آتش شوق کو تسکین دے ۔

بیت

گہر نثار کند برسر زباں چشمم مرا چو نام شریف تو بر زبان آید

لیکن کیا کرے کہ نہ زبان کو طاقت تقریر ہے . نہ قلم کو یارائے تحریر ، معقولات میں آپ کا نتیجہ وہم مثل یقینیات اور منقولات میں آپ کی تنہا نقل مانندِ متواترات ، فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے ۔ بیشتر کتب علم معقول پر حواشی تحریر کئے اور از بسکہ طبیعت وقادحدت ذثار کی طرف مائل تھی ایک

نہیں ۔ سعادت یار خاں رنگین کا ایک قول بعض اصحاب نے نقل کیا ہے کہ شاہ اسمٰعیل کی غیر معمولی ذکاوت دیکھ کر انھوں نے کہا تھا کہ اس خاندان سے جو اٹھتا ہے باون گزا اٹھتا ہے ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مسند درس و تدریس کو رونق بخشی ۔ ساتھ ہی وعظ وارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا ۔ رد شرک و بدعت میں شروع ہی سے شمشیر برہنہ تھے ۔ احیائے سنت زندگی کا مقصدِ اُولیٰ تھا ۔

جب حضرت شہیدؒ سرحد کی طرف ہجرت فرما ہوئے اس وقت سرسید کی عمر تقریباً دس برس کی تھی ، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے حضرت شہید کے جامع مسجد کے مواعظ کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار فرمایا وہ ان کے مشاہدے پر مبنی ہیں ۔ اور حضرت شہیدؒ کے تذکرہ نگاروں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی پوری پوری تائید ہوتی ہے ۔ حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمۃ سے بیعت کے بعد تو انھوں اپنی زندگی کامل طور پر احیائے دین اور ردّ بدعات و محدثات کے لئے وقف کردی ۔ اس زمانے میں

رسالہ منطق میں لکھا اور اس میں شکل اول کے بعد الطبائع اور شکل رابع کی ابدہ البدیہات ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ مذکور فرمائے کہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنی براہین کو تارِ عنکبوت سے سست تر سمجھتا۔ اور ایک رسالہ اثباتِ رفع یدین میں مسمی بقرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین تالیف کیا۔ اور حدیثیں اشہر اور نہایت قوی سے اس کا استدلال کیا ہے اور دلائل فقہائے سابق جو اس کے مقابل میں ہیں، اپنے سوالات سے اس طرح اٹھایا ہے کہ منصف غیر متعصّب کو سوا تسلیم کے اور چارہ نظر نہیں آتا اور رسائل کثیرہ فنون شتّٰی میں آپ سے یادگار ہیں۔

جی چاہتا ہے کہ آپ کے حال ہدایت اشتمال میں سے قدرے ہدیہ ارباب کمال کیا جاوے تاکہ خلق ہونا ایسے فردِ کامل کا نمونہ قدرت ربّ ذوالجلال سمجھا جاوے۔ اوائلِ حال میں ازبسکہ کسب فیض باطن کا بہت خیال تھا۔ جناب غفران مآب زبدۂ اولاد خیر الانام سمی جدامجد علیہ السلام میر احمد قدس سرّہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد بہم پہنچایا بعد ان سے

جہاد فی سبیل اللہ بھی ان کے مواعظِ حسنہ کا خاص موضوع تھا۔

حضرت سید احمد شہید کے تذکرے میں سرسید مرحوم نے یہ جو لکھا ہے کہ فضائلِ جہاد بیان کرنے کے حکم مرشد کی علت اور پس منظر سے وہ واقف نہ تھے حتیٰ کہ جب انھوں نے ہجرت کی تب بھی وہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے پیش نظر منصوبے سے واقف نہ تھے۔ سرسید مرحوم نے تعمیل حکم کو صرف مرشد کی کمالِ اطاعت کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے بلاشبہ ان میں جذبۂ اطاعت اسی درجے کا تھا لیکن سرسید مرحوم کے اس خیال سے اتفاق مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ حقائق و واقعات کی شہادت اس کے خلاف ہے۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اپنے عم بزرگوار حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے فیض یافتہ تھے، اور حالات کی اصلاح اور اس زمانے کے فتنوں یعنی سکھوں اور مرہٹوں کی شورشوں کے بارے میں وہ جس درجہ شدید احساسات رکھتے تھے ان کا اظہار انھوں نے اپنے عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ کے نام منظوم عربی خط میں کیا ہے ناممکن ہے کہ ان سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جو ہمہ وقت

فیض باطن کو کسب کیا اور پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کر کر مناسک حج کو ادا کیا اور وہاں سے ہندوستان کو مراجعت کر کر حضرت کی خدمت میں اطراف و جوانب میں بسر کی اور ہدایت و ارشاد سے عباد اللہ کو راہ راست دکھائی - اس اثناء کے احوال تو اس قدر ہیں کہ زبان قلم ان کے تصوّر سے شق ہوتی ہے مگر اواخر میں بارشاد سید الطائفہ پیر طریقت کے احوال مردم شاہجہاں آباد کی طرف ملتفت ہو کر راہ رشد و ہدایت کو وا کیا اور وعظ و نصائح سے اہلِ غفلت کے کان کھول دیئے جو جو مسائل کہ ان پر مواظبت کرنی ضروریاتِ دین سے تھی اور بسبب سستی اور کاہلی کوئی علمائے وقت کے عوام روزگار کیا بل خواص کے گوش وہم تک بھی نہ پہنچے تھے، آپ کی سعی و جہد سے سب پر کھل گئے اور آوازہ اعلام سنت اور ہدم بنیان شرک و بدعت کا وضیع شریف کے کان تک پہونچ گیا باوجودیکہ ارباب مشیخت اور صاحبانِ تشخص کہ سلسلۂ اعتقاد و سر رشتۂ ارادت خاص و عام کا ان کے ساتھ مستحکم تھا اور کسی کو ان کی مداہنت

ان کے ساتھ اور ان کی صحبت سے مستفیض تھے، نا واقف ہوتے - اس لئے مجھے یقین ہے کہ حضرت شہیدؒ نہ صرف سید صاحب سے بیعت کے وقت سے بلکہ حالات کی اصلاح، اسلامی حکومت کے قیام اور احیائے دین کے منصوبے سے وہ پہلے ہی اچھی طرح واقف تھے - یہ ممکن ہے کہ اصلاحِ احوال اور تجدید و احیائے دین اور قیام نظام شرعی کے لئے کوئی علمی اور انقلابی منصوبہ ان کے سامنے نہ ہو - یہ منصوبہ حضرت سید احمد شہید کی رہنمائی میں تیار کیا گیا ہو لیکن ایسا ہو تب بھی حضرت شاہ شہیدؒ کی اس سے عدم واقفیت کا امکان بھی خارج از بحث ہے -

حضرت سید احمد شہید سے بیعت کے بعد وہ ہمہ تن ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور سفر و حضر میں بہت کم اس قسم کے مواقع آئے جب وہ کچھ مدت کے لئے ان سے علیحدہ ہوئے ہوں - یہ تفصیلات کسی قدر حضرت سید صاحب کے ترجمے کے حواشی میں آئیں گی ــــ یہاں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں -

مولانا غلام رسول مہر صاحب مرحوم نے اپنی محققانہ تصنیف "سید احمد شہیدؒ" میں حضرت

کا گمان نہ ہوتا تھا اور اس گمان سے کہ اگر مسائل حقہ گوش مردم روزگار تک پہونچا تو ہمارے حق میں موجب ضعف اعتقاد کا ہو جائے گا۔ علم منازعت اور لوائے مخالفت بلند کر کے درپے اذیت واہانت ہوئے لیکن چونکہ مؤید بتائید اللہ تھے۔ اس ہدایت وارشاد سے باز نہ آئے اور خلق کو یہاں تک توفیق اختیار سنت نبوی اور ترک بدعات واحداث کے ہوئے کہ ایک اور ہی طرح کا نور ہر ایک کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور ان مفسدان مضل کا بازار بازار کاسد ہو گیا اور لوگوں نے جان لیا کہ یہ بزرگ بطمع اخذ وجرّ کے امورِ حق کو آج تک چھپاتے رہے اور بچشم خود دیکھا گیا کہ وضیع وشریف کو توفیق نماز کی ایسی ہوئی کہ مسجد جامع میں نماز جمعہ کے واسطے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عید گاہ میں نمازِ عید کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ اور تائیدِ الٰہی اور ان کی صدقِ نیت اور خلوص طویت کی برکت سے الی الآن وہی حال چلا جاتا ہے اور یہ ثواب انھیں حضرت کے جریدۂ اعمال میں لکھا گیا اور آج تک اس کا اجر ان کی روح پر فتوح پر پہونچتا جاتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ

اسماعیل شہیدؒ کی خدمات کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور "جماعت مجاہدینؒ" میں ان کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ اس پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ مہر صاحب لکھتے ہیں:

"(۱) وہ تمام انتظامات میں سید صاحب کے مشیر خاص تھے۔

(۲) سید صاحب کے لئے امامتِ جہاد کا پورا بندوبست انھیں نے کیا تھا۔

(۳) جنگِ شیدو میں جان پر کھیل کر سید صاحب کو محفوظ مقام تک پہنچایا۔

(۴) ہزارہ میں جہاد کی ابتدائی تنظیمات انھیں نے کیں۔

(۵) جنگ شنکیاری میں تھوڑی سی جمعیت سے سکھوں کے بہت بڑے لشکر کو شکست دی۔ سکھوں کی گولیوں سے شاہ صاحب کی قبا چھلنی ہو گئی لیکن نہ آپ میدان سے ہٹے نہ مورچے میں پناہ لی اور نہ جنگ روکی۔ اس لڑائی میں شاہ صاحب کی ایک انگلی زخمی ہوئی جسے دکھا کر آپ مزاحًا فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشت شہادت ہے۔

ذٰلک، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

آپ کی عادت یوں تھی کہ روزِ جمعہ اور روز سہ شنبہ کو مسجد جامع میں مجلس وعظ کو مرتب فرماتے تھے اور طرفہ تر یہ ہے کہ سامعین کو کہ ہزار سے متجاوز ہوتے تھے اس چار روز کے عرصے میں بسبب اغوائے مغویان ضلالت نہاد کے یا بسبب انحراف نفس امارہ کے اگر شبہے پیدا ہوتے اور ارادہ کرتے کہ اپنے وعظ میں آپ کی حسن تقریر سے اس کو دفع کریں گے، جب درس کی مجلس میں آن کر حاضر ہوتے تو حضرت ابتدائے وعظ میں کلمات چند بطریق تمہید کے ارشاد کرتے اور ان کی تقریر کی جامعیت میں وہ چیزیں مذکور ہوتیں کہ ہر شخص اپنے شبہ کا جواب پالیتا اور کچھ خدشہ باقی نہ رہتا یہاں تک کہ بعد اختتام درس کے کسی کو یہ خلجان نہ رہتا کہ شبہات کو پھر اپنی زبان سے بیان کر کر دلیل طلب کرے۔ اور عمدہ مقاصد تردید شرک و بدعت اور احیائے سنت تھا۔ آپ کی حسن تقریر سے وہ مسائل غامضہ کہ طالب علم کو بعد ردّ و قدح کے ذہن نشین ہو جہلائے عامی کو مجرّد

---

⑥ بیعت شریعت کے سلسلے میں علمائے سرحد سے تمام گفتگوئیں شاہ صاحب ہی نے کی تھیں۔

⑦ ہنڈ کا مضبوط و مستحکم قلعہ چھوٹی سی فوج کے ساتھ فتح کرلیا اور دشمن کے صرف دو آدمی مارے گئے، اپنے کسی آدمی کے خراش تک نہ آئی۔

⑧ جنگ زیدہ میں صرف سات سو مجاہدین سے درانیوں کی آٹھ دس ہزار فوج کو شکست فاش دی۔

⑨ مایار کی جنگ میں درانی فوج بارہ ہزار سے کم نہ تھی اور مجاہدین صرف ساڑھے تین ہزار تھے، جن میں بڑی تعداد ملکیوں کی تھی تاہم درانی مقابلے پر نہ ٹھہر سکے۔

⑩ امب و عشرہ کی لڑائیاں شاہ صاحب کے کمال سپہ گری کا ایک روشن ثبوت ہیں۔

⑪ انتظام عشر کے سلسلے میں وہ سید محمد حیان قاضی القضاۃ کے مشیر خاص تھے، اور جنگ مردان میں انھیں کے حسن تدبیر سے فتح ہوئی۔

استماع کے سمجھ میں آجاتے تھے۔ اور اس طرح منقوش خاطر ہوتے تھے کہ مخالفین سے بعض اہل علم چاہتے تھے کچھ دلائل علمی سے اس کو رد کر کے اس کے ذہن سے نکالیں ممکن نہ ہوتا۔ جب یہ مطالب خوب چھن گئے بموجب ارشاد سید اصفیاء یعنی پیر طریق ہدا کے اس طرح سے تقریر وعظ کی بناڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک آپ کے صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلا ہوگیا اور اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ بے اختیار چاہنے لگے کہ سر ان کا راہ خدا میں فدا ہو اور جان ان کی اعلائے لوائے دین محمدی میں صرف ہو۔ بعد مدت کے پیر دستگیر نے طلب کیا اور معتقدین کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں راہی ہوئے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے جہاد پر کمر باندھی اور کوہستان میں تشریف لے جاکر اطراف ہندوستان میں خطوط طلب بھیجے اس نواح سے جوق در جوق روانہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں سوائے مردم کوہستان ہندوستانیوں میں سے لاکھ آدمی سے زیادہ مجتمع ہوگئے اور

---

(۱۲) پشاور میں صلح کی تمام گفتگوئیں سید صاحب کی طرف سے شاہ صاحب ہی نے کی تھیں۔ غرض وہ سید صاحب کی پوری تحریک جہاد میں اول سے آخر تک رُوحِ رواں بنے رہے۔"

حضرت اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کے تذکرے میں اس بحث کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا اصل مقام کیا تھا، تجدید و تدوین علوم و معارف، تعلیم و تربیت اصحاب استعداد، دعوت تجدید و احیائے دین یا عزیمت دعوت؟

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور نے ان کی شان و عظمت کا تذکرہ نہایت والہانہ انداز میں اور کمال عشق و شیفتگی اور غایت درجہ عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ ان سے زیادہ شاندار الفاظ میں ان کے مقام عزیمت دعوت کی تشریح ابھی تک کسی اور قلم سے سامنے نہیں آئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک حضرت شاہ صاحب کی ذات گرامی مقام عزیمت دعوت

کارہائے نمایاں راہِ خدا میں ظہور میں آئے۔ تائیدِ الٰہی سے آں حضرت کا رعب کفار کے دل میں ایسا متمکن ہوا کہ جس جگہ گروہ قلیل غُزاۃ مسلمین سے متوجہ ہوتا اور اس کا سرگروہ یہ حضرت ہوتے لشکر کفار اگرچہ مور و ملخ سے زیادہ ہوتا بے سر و پا فراری ہوتا اور وہاں کے معاملات کی تفصیل حضرت بابرکت زبدہ اولاد سید المرسلین کے ضمن میں ہو چکی ہے۔ چونکہ مشیتِ الٰہی میں سلسلہ اس کام کا یہیں تک تھا، اتفاقِ تقدیر سے لشکرِ کفار کو غلبہ ہوا اور یہ حضرت قلعہ بالاکوٹ کے نواح میں ہمراہ پیرِ طریقت اور اکثر مسلمین غُزاۃ کے جنتِ اعلیٰ کی

کی کامل ترین مثال ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :-

"اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو، مقام عزیمت دعوت کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے۔ ساری مثالوں سے آنکھیں بند کر لو، صرف یہی ایک مثال زیرِ بحث حقیقت کے فہم و کشف کے لئے کافی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع و کامل ہے! بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا، اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مردِ میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیقِ الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ و مجدّد و شہید رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحب کا بھی اس میں حصّہ نہ تھا۔

می خواست رست خیز ز عالم بر آورد
اک باغباں کہ تربیت این نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے، حضرت پیر انصاری کا قول یاد رہے "من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی در این وقت می بود، باوجود پیریش مُریدی می کرد"۔ شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عدم تحمل و استعداد سے مجبور ہو کر بحکم ے

طرف راہی ہوئے۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ رَاجِعُون

اس واقعے کو چودہ پندرہ برس گزرتے ہیں اور چونکہ یہ طریقہ آخرالزماں میں بنیاد ڈالا ہوا ان حضرت کا ہے اب تک اس سنت کی پیروی عباد اللہ نے ہاتھ سے نہیں دی۔ اور ہر سال مجاہدین اوطانِ مختلفہ سے بہ نیتِ جہاد اسی طرف راہی ہوا کرتے ہیں اور اس امر نیک کا ثواب آپ کی روح مطہر پر ہمیشہ پہونچتا رہتا ہے۔ بہرکیف اگرچہ نظم و نثر عربی بھی آپ سے یادگار ہوگا لیکن راقم کو دستیاب نہیں ہوا۔ اس واسطے

بہ رمز نکتہ ادا می کنم کہ خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے۔ اب اس سلطانِ وقت و اسکندر عزم کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا۔ اور ہندوستان کے بھی کناروں سے گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے، جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برسر بازار کی جارہی اور ہورہی تھیں اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرف و حکایات کو نقوش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔"

حضرت شاہ صاحبؒ جس طرح وسیع العلم تھے اسی طرح وہ تقویٰ و زہد اور اخلاق و سیرت میں بھی صحابۂ کرام کی زندگی کا کامل نمونہ تھے۔ اگرچہ بعض دوسرے اصحاب علم و فضل کے مقابلے میں بہت کم تصانیف ان کی یادگار ہیں لیکن جو ہیں اردو کے دینی ادب میں آج تک ان کا کوئی جواب مہیا نہیں ہو سکا۔ خاص طور پر ایضاح الحق الصریح باحکام المیت والضریح، تقویۃ الایمان، منصب امامت، عبقات وغیرہ ان کی بیش بہا اور نادر کتابیں ہیں۔ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، اُصول فقہ، صراطِ مستقیم کا پہلا حصہ، رسالہ یک روزی وغیرہ بھی ان کی مشہور کتب و رسائل ہیں، ایک رسالہ